ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

سیاست، ادیب اور ذہنی آزادی

(Politics, the Authors, and Intellectual Freedom)

ڈاکٹر اسد محمود خان

ناول نگار و افسانہ نگار، عزیز بھٹی کالونی، لاہور

Dr. Asad Mahmood Khan
Novelist and Short story Writer, Aziz Bhatti Colony, Lahore

Abstract:

The intersection of politics, authors, and intellectual freedom has been a subject of perennial debate and concern throughout history. This research article delves into the complex relationship between these elements, shedding light on the crucial role authors play in shaping political discourse and the constant tension that arises between the exercise of intellectual freedom and political pressures. Authors have long been regarded as the conscience of society, challenging norms, questioning authority, and articulating ideas that often challenge the status quo. However, this intellectual freedom is frequently tested by political ideologies and regimes seeking to exert control over narratives. This research article explores the ongoing challenges faced by authors who dare to challenge prevailing political narratives and highlights the need for continued vigilance in defending the rights of authors to express their ideas freely. In a world where the power of words can shape the course of nations, the nexus between politics, authors, and intellectual freedom remains a critical and evolving aspect of our global discourse.

Key Words: Politics, Authors, Intellectual Freedom, Political Discourse, Power of Words

ملخص

سیاست، ادیب، اور ذہنی (فکری) آزادی کی تثلیث اور باہمی جڑت کا موضوع، ایک دائمی مباحثے اور توجہ کا حامل موضوع رہا ہے جہاں سیاسی، ذہنی اور فکری تشکیلات میں ادباء کا کردار اور فکری آزادی کی معاونت و اظہاریے کے استعمالات پیچ پیدا ہونے والے تناؤ اور کشش کو زیرِ بحث لاتا ہے۔ مذکورہ مضمون دراصل ان تثلیثی عناصر کے درمیان موجود ایک پیچیدہ تعلق پر روشنی ڈالتا ہے۔ ادیب، سماج کا عکاس ہوتا ہے جو اقدار کے مقابل تجدید کا سبق پکارتا، ضوابط کے خلاف علم بغاوت اُٹھاتا اور جمود میں تحریک کا راستہ بنانے کا قصد و حوصلہ رکھتا ہے۔ تاہم، اس ذہنی و فکری آزادی کا سیاسی نظریات اور حکومتی تشریحات کے زیرِ اثر اپنے وجود کا مقدمہ لڑنا پڑتا ہے جہاں بیانیوں کے مابین تصادم کی فضاء پائی جاتی ہے۔ فکری آزادی کے لیے جدوجہد جمہوری معاشروں کی اساس ہے جہاں ادیب کو روایت اور تقاضے کے درمیان ایک متوازن اور مناسب اظہاریے کی کوشش کرنا ہوتی ہے۔ باحیثیت مجموعی، یہ مضمون ایک جمہوری معاشرے میں فکری آزادی کے تحفظ کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اس میں مصنفین کو درپیش مسائل کی نشاندہی کرتا اور ایسے امور پر زور دیتا ہے جو مروجہ سیاسی بیانیے کے مقابل کھڑے ہونے کی ہمت کرتا ہے اور خیالات کا آزادانہ اظہار کرنے کے حقوق کے دفاع میں، ایک ادیب کی کوششوں کو اجاگر کرتا ہے۔

کلیدی الفاظ: سیاست، ادیب، فکری آزادی، سیاسی تناظر، الفاظ کی طاقت، فکری تشکیلات، سماج، تحفظ

سیاست، ادیب اور ذہنی آزادی

(Politics, the Authors, and Intellectual Freedom)

معاشرہ یا سماج کیا ہے اور اس کی تشکیلی اکائیوں کی عملی صورت کیا ہوتی ہے۔ مُعاشَرَہ، انگریزی سے اردو میں "سوسائٹی" کا معنوی لبادہ پہنے وارد ہُوا جس کا اولین برتاؤ بارھویں صدی عیسوی میں کھوجا جا سکتا ہے۔ فرانسیسی لفظ "Société" بامعنی کمپنی؛ بعد ازاں لاطینوی لفظ "Societas" بامعنی ہمجولی، باصورت اسم "Socius" مراد دوست یا اتحادی اور باصورت صفت "Socialis" مراد دوستانہ یا کم سے کم سول ہے جو فریقین کے درمیان باہمی تعلقات یا تعامل کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی سے اردو میں باہمی میل جول، تعلق داری، معاشرت، انسانی جماعت گاہ، گروہی تنظیم جس میں شامل افراد، ارکان کو روزمرہ کی بود و باش، انفرادی و اجتماعی خواہشات کی تکمیل کے لیے باہمی روابط اور انحصار کی ضرورت پڑتی ہے، جیسے مطالب میں برتا جاتا ہے۔ جب کہ اسی کا ایک معنی سماج بھی لیا جاتا ہے۔ سماج، سنسکرت سے مستعار اور دو لفظوں سے معانوی جہان کھولتا ہے: ''سم'' بامعنی اکھٹے، جڑے ہوئے یا ایک ساتھ، اور ''آج'' بامعنی موجود، حاضر، رواں ساعت اور پیش زماں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

مستعمل ہے۔ دوسری جانب تخیل، تخلیق اور تہذیب کی تکوین دراصل فن، فیصلہ اور فرد کے زاویہ ہائے نگاہ کی مثلث ہے جہاں سماج، سیاست اور ادیب کی فکری بیداری، ایک توانا اور فعال معاشرت کا وجود بناتی اور پروان چڑھتی ہے۔ تخلیل، سماجی تاثیر سے جنم لیتا اور معاشرتی تنظیم و تہذیب پر منتج ہوتا ہے؛ تخلیق، تخیل کی منتہاء سے تجسیم کا روپ دھارتی ہے جب کہ تہذیب، تخیل اور تخلیق کی باہمی جڑت سے تشکیل پاتی ہے۔ البتہ! تخلیل، تخلیق اور تہذیب کی تحریک کا مرکز و محور سماجیت کے دائرے سے سفر آغاز کرتا ہے۔ معاشرہ یا سماج، اجتماعی تنظیم کاری اور باہمی تعلق داری جب کہ تخلیق، سماجیت کی تاثیر سے کشیدہ اخلاقیت اور جمالیت کی کارپردازی کا ماحصل گردانا جاتا ہے۔ تخیل، تخلیق اور تہذیب کی باہمی پیوستگی اس قدر مربوط ہے کہ کسی ایک زاویہ کی تخفیف، کُلی صورت کی عدم تشکیلیت دکھائی دیتی ہے۔ تکوینی زاویہ ہائے نگاہ کا تعلق خیال سے اور خیال کی تجسیم کا تعلق، تخلیق کار یا ادیب سے ہوتا ہے جو ایک زندہ معاشرے کی فکری و شعوری بیداری اور سماج کی تعمیری و تعبیری صورت گری کا براہ راست ضامن ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ راجیندر اناتھ شید (Rajendra Nath Sheds) "ادب فکر اور سماج" میں لکھتے ہیں:

> "ادب، سماجی اور ادیب کی فکری صلاحیتوں میں برا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ تخلیقی ہو یا تنقیدی، ادب ہر صورت میں ایک بڑی حد تک سماج کی پیداوار ہوتا ہے اور سماج کو متاثر کرتا ہے۔"(1)

تخیل، تخلیق اور تہذیب دراصل معاشرتی مسافت کی عکاس ہوتی ہے جہاں زندگی اپنی تمام تر توانائیوں، احساسات، جمالیات اور سیاسیات کے ساتھ سفر میں رہی ہو۔ پروفیسر انور جمال رقمطراز ہیں:

> "سماج کا آرٹ معروضی طور پر اس کی تہذیب اور موضوعی حیثیت میں اس کی تخلیقی توانائی کی نشاندہی کرتا ہے۔"(2)

ریجینا روڈائیٹی (Regina Rodaiti) لکھتی ہے:

> "Though literature refers to the real world [...] and though reading is a material act, literature uses such physical embedment to create or reveal alternative realities." (3)

ادب زندگی کی بنیاد ہے جو دوسروں کے تجربات اور تخلیقات سے آئندہ میں جھانکنے کے قابل بناتا ہے، اور بعض اوقات تخلیاتی کشٹ سہنے کا حوصلہ بھی دیتا ہے، یوں یہ ایک پرفعال تجربے کا حاصل ٹھہرتا ہے۔ معاشرت کی تعبیر و تعمیر میں، ادب اور ادیب کا ایک فعال کردار رہا ہے۔ یوں کہیے کہ الفاظ کی نقش گری کے پس پشت معاشرے کا اجتماعی تخیل ہوتا ہے جہاں تخلیقی تہ داریوں کا ایک مستعد اور پرتاثیر عمل کارفرما ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادب ایک آئینے کی مصداق، معاشرے کے ہر جوہر کی عکاسی کرتا ہے حتیٰ کہ انفرادی خیالوں، اجتماعی خوابوں اور مشترکہ خواہشوں کو شعری یا نثری تخلیقی تندوں کے ذریعے تصویر، تشکیل اور تعبیر کرتا ہے۔ سماج اور ادب کا یہ باہمی تعلق، تخیل اور تخلیق، تخلیق اور تعبیر، تعبیر اور تعمیر کا باہمی سنگم اور سرگرم ہے جو معاشرے کے نقشِ آئندہ کی نشاندہی اور سمت مہیا کرتا اور ایک دوسرے کو الہام اور عکاسی کے دائمی دائروں کے درمیان تشکیل دیتا ہے۔

جے سنگھ ادب اور سماج کے باہمی تعلق داری اور ادیب کے کردار بارے رقمطراز ہے:

> "ادب، ایک ایسا سفر ہے جو قرطاس میں محفوظ کلید ہے جو بالآخر، قاری کو زندگی کے تجربات سے سیکھنے کا دَر وَا کرتی ہے اور ادیب، وہ کلید بردار ہے جو زندگی کے تجربات تک رسائی کا ذریعہ بنتا اور بناتا ہے۔"(4)

سماج اور ادب کے درمیان تعامل ایک متحرک قوت ہے، جو اجتماعی انسانی تجربے کو تشکیل دیتی ہے۔ جیسے جیسے معاشرہ ترقی کرتا ہے، اسی طرح اس کا ادب بھی انسانی وجود کی بدلتی ہوئی نقش گری کی عکاسی کرتا ہے۔ بدلے میں، ادب معاشرے کی سمت کو متاثر کرتا ہے، اس کے ثقافتی، فکری اور اخلاقی منظر نامے کو ڈھالنے میں مدد کرتا ہے۔ سماج اور ادب کا رشتہ لفظوں کی طاقت، کہانی کاروں اور ان کی کہانیوں کے درمیان پائیدار تعلق کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ ایک یاد دہانی ہے کہ کتاب کے صفحات کے اندر، ہم نہ صرف معاشرے کی دولت بلکہ انسانی تخیل کی لامحدود صلاحیتوں کو بھی دریافت کرسکتے ہیں۔ تخلیق کاروں اور تخلیق کے درمیان اس پیچیدہ رقص میں، معاشرہ اور ادب معنی اور مقصد تلاش کرتے ہیں، ہمیشہ کے لیے ایک ایسے رقص میں جڑے ہوئے ہیں جو زمانوں تک برقرار رہے گا۔ سیاست، سماج کی نمائندہ اکائی ہونے کی سبب، مجموعی تشکیلات میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور ادیب کی فکری و شعوری معاونت، سیاست اور سماج کے درمیان تعامل کا کردار نبھاتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

جدید معاشرتی ضابطہ ءکار باہمی مُواصَلت کا ایک پیچیدہ نظام ہے جس نے خود کو افقی سطح پر سماجیت کی باہم مربوط ذیلی شاخوں میں منقسم کر لیا ہے۔نکلس لوہمن(Nicholas Lohmann)معاشرے کے پیچیدہ خدوخال کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"Modern society is a complex system of communications that has differentiated itself horizontally into a network of interconnected social subsystems."(5)

مرتضیٰ مطہری، سماج کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسانی افراد پر مشتمل وہ جماعت جو خاص قوانین خاص اداب ورسول اور خاص نظام کی حامل ہے اور اپنی خصوصیات کے ساتھ ایک دوسرے سے منسلک ہے اور ایک سات زندگی گزارتی ہے سماج کی تشکیل کرتی ہے۔"(6)

معاشرتی تنظیم میں متعدد باہم جڑے ہوئے عناصر ارکان کی زندگیوں اور تعاملات کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ عناصر جب آپس میں بُنے جاتے ہیں تو انسانی تہذیب کی تصویر بناتے ہیں جو ہمارے اجتماعی وجود کو ساخت، شناخت اور مقصد فراہم کرتے ہیں۔

جارج سمیل(Georg Simmel)معاشرے یا سماج کی تشکیل بارے لکھتا ہے:

"معاشرہ، باہمی اشتراکات اور مفادات کے حامل لوگوں کا اجتماعی گٹھ جوڑ ہوتا ہے۔"(7)

معاشرے کی تشکیل ایک پیچیدہ اور کثیر جہتی عمل ہے جو انسان کی موروثی سماجی فطرت سے جنم لیتا ہے۔ سماج کی یہ تشکیل، باہمی جڑت، تعاون اور تعامل کی بنیادی انسانی ضرورت سے کشید ہوتی ہے، جو ارتقائی عمل پذیری سے تکمیلیت پاتی ہے۔اختر انصاری، "تعلیم، سماج اور کلچر" میں سماج کی تشکیل کو یوں بیان کرتے ہیں:

"مل جل کر رہنے والوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک سماج یا جمعیت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ دونوں لفظ تقریباً ایک ہی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ سماج سے ہم ایک مخصوص نوعیت کی جمعیت مراد لیتے ہیں۔"(8)

ڈیوڈ لوئیل اسٹریر(David L. Strayer)رقمطراز ہے:

"People who live in a definable community and who share a culture."(9)

مورس گنزبرگ(Morris Ginsberg)معاشرتی نفسیات کی تفہیم بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"معاشرہ یا سماج ایسے افراد کا مجموعی اظہار ہوتا ہے جو رویے اور سماجی تعامل کے باہمی اصولوں کا اِشتراک کرتے ہیں۔ البتہ جو لوگ ان مشترکہ تعالیت میں حصہ نہ لینے کا انتخاب کرتے ہیں انہیں اخلاقی طور پر ان لوگوں سے الگ سمجھا جا سکتا ہے۔"(10)

معاشرتی اشتراکات اور مجموعی مفادات کی مربوط اکائی کی تجسیم ایک مذہبی، فلاحی، ثقافتی، سائنسی، وطنی یا سیاسی مقاصد کے لیے کیے جانے والے اتحاد سے تشکیل ہوتی ہے یا تکمیلی طور پر ایک انتہائی منظم نظام جو عام طور پر اپنے لوگوں کے لیے تحفظ، تسلسل، سلامتی اور قومی شناخت کی فراہمی کو تقینی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سماج کی اہم اکائیوں میں افراد، زبان، مذہب، عدل وانصاف، معاش، علم، خدمت، شناخت، تہذیب وثقافت، قومی حکومت، سماجی ادارے، معاشرتی روابط اور سماجی اظہاریے شامل ہیں۔ایسی تمام اکائیوں کی تنظیم کاری کے لیے ایک سیاسی نظام اور خود مختار حکومت کا وجود بہت اہمیت کا حامل ہے جہاں سیاسی نظام خود مختار حکومت، پالیسی سازی، اور نظم ونسق کی بحالی کے ذریعے معاشرے کی تشکیل میں کردار ادا کرتی ہے، جب کہ بدلے میں معاشرہ، اپنے مطالبات، اقدار اور اجتماعی شناخت کے ذریعے سیاسی منظر نامے کو تشکیل دیتا ہے۔

سیاست اور سماج کی باہمی جڑت کی نوعیت کیا ہے اور سیاست کیوں کر سماجی تشکیل میں اہمیت کی حامل اکائی ہے۔ سیاست، سماج کی ایک غیر معمولی اور ناگُزیر اکائی ہے۔سیاست اور سماج کے درمیان باہمی تعلق ایک متحرک اور پیچیدہ صورت ہے، جس کی متنوع خصوصیات میں باہمی اثر ورسوخ اور باہمی انحصار شامل ہے۔ یہ باہمی تعامل جمہوری معاشروں کے اطوار۔ اقدار اور دنیا بھر میں انسانی برادریوں کی وسیع تر ترجیحات کی وضاحت کرتا ہے۔ سیاسی اقدار وترجیحات کسی بھی معاشرے میں طاقت کے تقسیمی نظام کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ادب جو بذاتِ خود ایک اجتماعی اور مشترکہ ضرورت کا تشکیلی معاملہ ہو سکتا ہے، مجموعی طور پر سیاسی فعالیت کے دوران معاشرتی ارکان کے باہمی تعامل کا ایک اہم عنصر مانا جاتا ہے خواہ وہ اس تعامل میں بااختیار ہو یا بے اختیار، دونوں صورتوں میں تشکیلی کردار نبھاتا ہے۔سیاسی اثر و

رسوخ اور اجارہ داری کی یہ تقسیم وراثتی شاخسانہ بھی ہو سکتی ہے اور نظام کی دین بھی۔ تاہم سیاسی اختیار، استعداد اور قوت کے بدلاؤ کے لیے مجموعی نظام یا مخصوص طریقہ کار کے بدلاؤ کی ضرورت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ سماجی تبدیلی کے لیے کسی بھی کوشش کو درپیش سب سے مشکل مرحلہ ایک مؤثر مزاحمتی ادبی تخلیق ہے جو ایک مقبول نظریے کی مانند ہوتی ہے جیسا کہ لینن نے کہا تھا:"Grip The Masses" یعنی اکثریت کو قابو کرو۔ یہاں اکثریت سے مراد ہر وہ طبقہ لیا جارہا ہے جو مقبول نظریے کی تاثیر سے اثر قبول کرنے پر آمادہ دکھائی دیتا ہو البتہ انفرادی قوتِ فیصلہ کی بھی آڑے آتی ہو۔ مقبول نظریے کی ترسیل کا ایک موثر ذریعہ ادیب اور تخلیق ہے جو بعض حالات میں سیاسی و سماجی ارتقاء کا معاملہ بھی بن سکتی ہے۔ یہاں یہ سوال اہم ہو جاتا ہے کہ کیا ادب، ادیب اور تخلیق کی واضح طور پر سیاسی و سماجی تشکیل میں ایک متحرک کردار، شعور کا اظہار یا عکاسی پہلے سے موجود ہے، جو معاشرے کے سیاسی اور سماجی معاملات میں براہ راست عدم مساوات یا استحصال سے پیدا ہوتا یا پیدا ہونے کی گنجائش رکھتا ہے؛ یا یہ کہ سیاسی شعور خود شعوری یا لاشعوری طور پر احساسات، جذبات، تحریری تصاویر، کہانیاں، تصورات اور توقعات کی ثقافتی وضاحت میں پیدا ہوتا ہے جو کہ بہت سے دوسرے مقامات، ادب اور فنون میں ہوتا ہے۔

اٹالو کیلوینو(Italo Calvino)ادب کے مشمولات میں لکھتے ہیں:

> "ادب، سیاست کی ضرورت ہے خصوصاً جب یہ ایک دبی ہوئی آواز کو پہچان دے، جب یہ ایک گمنام کو شناخت دے۔ یہ ایک آنکھ کی مانند ہے جو پیش منظر سے آگے کا منظر دیکھ سکتی ہے جو سیاست کی اساس ہے۔"(11)

یہ ایک حقیقت ہے کہ سماجی اِستحصالیت کا وجود سیاسی، ادبی اور فکری شعوری بیداری یا آزادی کے لیے ضروری ہے البتہ کافی نہیں ہے۔ استحصال ایک معروضی حقیقت ہو سکتی ہے، لیکن عموماً اس کا استعمال انسانی خواہشات، توقعات اور خدشات کو مدِ نظر رکھ کر کیا گیا ہوتا ہے۔ بیسویں صدی کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اور حوالہ دیا جانے والا سیاسی مصنف، جارج آرویل(Orwell, George)لکھتا ہے:

> "I write it because there issome lie that I want to expose, some fact to which I want to draw attention, andmy initial purpose is to get a hearing."(12)

اعجاز حسین ، "ادب اور سیاست" کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "ادب، زندگی کا عکاس ہوتا ہے جہاں خود مختاری اور دیگر ضروریات زندگی کا ہونا اشد ضروری ہے وہاں سیاسی افکار کا اشارہ بھی لازم ٹھہرتا ہے۔ البتہ اہم معاملہ یہ ہے کہ کیا ادب کی ان بنیادی امور کے بغیر ادب کہا جائے یا نہیں (13)"۔

ادب اور سیاست کی باہمی تصویر کشی زمانہ قدیم سے ایک متحرک جذبہ رہی ہے۔

ادب اور فکری و تخلیقی شعور براہ راست سیاست اور سیاسی شعور سے جڑے دکھائی دیتے ہیں۔ ادب، سیاست، سماج کی متحرک اکائیاں ہونے کی سبب اپنی فکری اور شعوری تحریک اسی اساسی میلان سے کشید کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ادیب ایک احساس اور پر جوش جذبات کا مالک ہونے کی صلاحیت کو سماجی بہتری کے لیے استعمال کرتا ہے۔ زمانہ قدیم سے سماج میں ہونے والے تغیر و تبدل، ادیب کے موضوعات رہے ہیں جو براہ راست سیاسی افکار اور اقدار کی ارتقائی صورت بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، ادیب کی سماجی جرات اور تخلیقی صلاحیت ہے جہاں سیاسی معاملات کی ہمہ جہت تصویر کشی میں معاونت کرتی وہاں عصری حیثیت اور شعور کے زیر اثر زمانی و مکانی ترجیحات کی عکاسی بھی پیش کرتی ہے۔

ذہنی یا فکری آزادی کیا ہے! سیاست، ادیب اور فکری آزادی کے درمیان تعلق کی نوعیت کیسی ہے۔ سیاست، جمہوریت کی اساس کو مضبوط کرتی ہے جب کہ جمہوریت کا ایک اہم عنصر ذہنی یا فکری آزادی ہے۔ ذہنی یا فکری آزادی سے مراد سماج یا معاشرے کے ہر فرد کا وہ بنیادی حق ہے جو اُسے بغیر کسی قدغن کے اپنے نقطہ نظر کے اظہار اور دوسروں کے نقطہ نظر کی مکمل آزادی کے ساتھ جان کاری ہے؛ آزادی جو لوگوں کو سوچنے یا تجزیہ کرنے کی اجازت دیتی ہے؛ آزادی جو بغیر کسی روک ٹوک کہنے، سہنے یا قبول ورد کی صلاحیت سے تعبیر ہو؛ آزادی جو ایک خود مختار، باخبر شہری کو خیالات اور معلومات تک رسائی، پوچھنے، سوچنے اور اظہار کرنے کے حقوق کا تحفظ راہم کرتی ہے۔ فکری آزادی انفرادی سوچ کا حق، انفرادی وقار کا خیال اور مجموعی حکمرانی کا احترام سے عبارت ہے۔ فکری آزادی لوگوں کو اپنے گرد و پیش سے جنم لینے والے سوالات کے مقابل اور مطابق اپنے خیالات اور رائے قائم کرنے کی اجازت کا نام ہے اگرچہ حقیقی فکری آزادی کے لیے رازداری ضروری ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کارلا ملفورڈ(Carla Mulford)، بینجمن فرینکلن کے سیاسی افکار اور سماجی اظہار کی تشریحات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

" فکری آزادی کے بغیر حکمت نام کی کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور آزادی اظہار کے بغیر عوامی آزادی جیسی کوئی چیز نہیں۔"(14)

وارث مظہری رقمطراز ہیں:

"فکری آزادی کا معاملہ فطری معاملہ ہے جو ذات اور کائنات کی کھوج سے تخلیق انسانی کے مقاصد تک رسائی ممکن بناتی ہے۔"(15)

تھامس پائن(Thomas Paine) شخصی آزادی اور فکری اظہار یے بارے رقمطراز ہے:

"جو اپنی فکری آزادی کا تحفظ کی خواہش کرے، اسے اپنے دشمن کو بھی مخالفت سے بچانا چاہیے کیونکہ اگر وہ اس فرض کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ ایک ایسی نظیر قائم کرتا ہے جو اس تک رسائی کا ذریعہ ہو گا۔"(16)

فکری آزادی دراصل ذہن کی آزادی ہے جو شخصی آزادی سے لے کر سبھی آزادیوں کے لیے ایک مشروط صورت کا معاملہ ہے۔ اردو ادب کی تاریخ، ادیب کی فکری و شعوری ترجمانی سے عبارت دکھائی دیتی ہے جہاں سیاست اور سیاسی شعور، فکری آزادی کے ارتقائی معاملات کو بتدریج اپنی منازل طے کرتے دکھائی رہتے ہیں۔ اردو ادب میں سیاسی منظر ناموں کی تصور کشی دیکھی جائے تو "مہابھارت" کی رزمیہ شاعری سے لے کر دکنی مثنویوں تک، عادل شاہی دور سے لے کر قطب شاہی دور تک کے جنگی و سیاسی منظر نامے تک، ادب کی فکری و شعوری بیداری تخلیقی کردار نبھاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ"، مثنوی "خاور نامہ"، طوطی نامہ" ایسے ہی چند اہم حوالوں میں شمار ہوتے ہیں۔ سر سید احمد خان اور علی گڑھ کی تحریک، فورٹ ولیم کالج کی تعمیری اور تعبیری کاوشیں، ترقی پسند مصنفین کی فکری و تخلیقی کی تائید و پیش کش، "انگارے" کی کہانیاں، اور غالب کے خطوط شعری اصنافِ سخن کی پیش کاری کے علاوہ کچھ ایسی ادبی اور تاریخی دستاویزات کا درجہ رکھتی ہیں جن میں فکری و شعوری آزادی کی روکے ساتھ سیاسی استدال کی بالیدگی بھی واضح دکھائی دیتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ادیب کی سماج سے جڑت اور جڑت کے تال میل سے جنم لینے والے شعوری اور غیر شعوری تخلیقی نقوش کی پیش کاری ہے جہاں شعوری کاوش، ادبی و فکری مشق جب کہ غیر شعوری دَراندازی، کشافِ ادراک اور فکری حساسیت کا حاصل ہے۔

ادب اور سیاست کے باہمی تعلق میں ادیب کے کردار نے کئی بڑی تحریکوں کی تنظیم کاری کا سبب مہیا کیا ہے جنہوں نے ادبی تاریخ سنوارنے کے علاوہ سیاسی خدوخال۔ جان ملٹن(John Milton) نے برطانوی کابینہ کے سامنے تاریخی خطاب کے دوران، پہلی بار ایک توانا اور فکری آزادی کی آواز بلند کرتے ہوئے کہا تھا:

"When truth is bound, as it is by Parliament's order, she speaks not true but instead turns herself into all shapes, except her own."(17)

احسن فاروقی، لکھتے ہیں۔

"روس میں ادبی و تخلیقی کمال حاصل کرتے والی صف ناول ہو یا انگلینڈ میں رواج پا جانے والی صنف شاعری، دونوں اصناف ادب، کی نمائندہ تخلیقات میں ضمنی اور سیاسی واقعات کی عمدہ پیش کاری ہے۔"(18)

غلام حسین ذوالفقار، غالب کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی شعور کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"غالب اپنے خطوط میں بہت مرتبہ مجموعی سیاسی، معاشی، معاشرتی واقعات اور مشکلات کا اظہار بھی کرتے ہیں جو اس دور کی فکری و شعوری کیفیت کا ادراک مہیا کرتا ہے۔"(19)

ادب اور سیاست کے باہمی تعلق کی تفہیم کے لیے متعدد مباحث ہو چکے اور ہو رہے ہیں جہاں ایک فکری شعور سے معمور ادیب مجموعی تعامل کو متنوع الزوایہ خطوط پر رکھ کر دیکھنے کی سعی کرتا ہے اور فرد، ملت، جمہوریت جیسے اہم سیاسی حوالے ادیب کے قلم سے جنم لیتے ہیں جو ایک توانا تحریک کا حاصل ٹھہرتے ہیں۔ ادیب کا فکری شعور اضطراری تخلیق کا تانا بانا بنتا ہے جو موضوعی ہونے کے ساتھ امکانی صورتوں کی تشریح بھی کرتا ہے۔ سماج اور معاشرے کی عکاسی، شدومد کا اظہار یہ اختیار کرے تو حالات کے ادراک سمیت مسائل اور وسائل کی صورتوں کی نشاندہی بھی ممکن ہوتی ہے۔ اگرچہ تخلیقی سطح پر جمالیاتی حسن کو محدود یا پابند کرنا تخلیق یا تخلیق

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کار کا خاصہ نہیں بنتا، بہر طور ساختی خصوصیات کا حوالہ ہونا بھی ایک اہمیت کا حامل معاملہ ہوتا ہے، جہاں معاملہ محض ادراک کا نہیں بلکہ فکری شعور و آگہی کی ترسیل کا ٹھہرتا ہے۔

تخیل، تخلیق، اور تہذیب کے درمیان تعامل کی تکوین میں ادب، ادیب، سیاست اور فکری آزادی بنیادی صورتیں ہیں۔ اس عملی دائرہ کار میں سماج، سیاست، اور ادیب کی فکری و شعوری تحریک، ایک توانا اور متحرک معاشرے کی ترقی اور ارتقاء میں معاون ہے۔ تخیل، تخلیقی صلاحیت اور تہذیب کو سماجی دائرے کے مظہر کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے جس میں انسان کا وجود سامنے آیا ہے، جس میں توانائی، جذبات، جمالیات اور سیاست جیسی کئی جہتیں شامل ہیں۔ تخلیقیت، دوسری طرف، تخیل کا مظہر ہے، جبکہ تہذیب کو تخیل اور تخلیقی صلاحیتوں کے درمیان تعامل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ادب انسانی وجود کے ایک بنیادی ستون کے طور پر کام کرتا ہے، جو ہمیں دوسروں کے تجربات اور فنکارانہ کوششوں کے ذریعے مستقبل کے واقعات کے بارے میں بصیرت حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے ادباء نے معاشرے کے تصور اور تشکیل میں فعال کردار ادا کیا ہے جو معاشرے کے بہت سے پہلوؤں ک عکاسی کرتا ہے، جس میں نہ صرف انفرادی خیالات بلکہ اجتماعی خواہشات اور مشترکہ عزائم بھی شامل ہیں۔ ادب اور سیاست کے باہمی تعلق میں، سماجی ترقی اور ارتقاء کی صورت پنہاں ہے جو ثقافتی، فکری اور اخلاقی سوتوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے جب کہ فکری آزادی، حقیقی آزادی کی ضمانت کا حوالہ ہے جو نسل در نسل بر قرار رہتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات **Citation & References**

(1) شیدا، راجیندر ناتھ، 1972ء، ادب فکر اور سماج، دلی، ایشیا پبلیشرز، ص7۔

(2) جمال، پروفیسر انور، 2017ء، پرامن معاشرے کے قیام میں ادب اور ادیب کا کردار، مشمولہ: گردوپیش، مدیر: رضی الدین رضی، ملتان، گردوپیش پبلشرز، https://www.girdopesh.com/professor-anwar-jamal-2/، ص2۔

(3) روڈائیٹی، ریجینا، 2012ء، Literature in Society، انگلینڈ، کیمبرج اسکالرز پبلشنگ، ص4۔

(4) سنگھ، جے زالا، 2013ء، ادب اور سماج، مشمولہ: انٹرنیشنل جرنل آف ریسرچ ہیومینیٹیز اینڈ سوشل سائنسز، تری پورا، آریا انٹرنیشنل یونیورسٹی، ص26۔

(5) لوہمن، نکلس، 1995ء، Social Systems، کیلیفورنیا، سٹینفورڈ یونیورسٹی پریس، صxii۔

(6) مطہری، استاد شہید مرتضیٰ، سماج اور تاریخ، دہلی، سازمان تبلیغات اسلامی، ص3۔

(7) سمیل، جارج، 2015ء، Sociology: Inquiries into the Construction of Social Forms، بوسٹن، برل پبلشرز، ص40۔

(8) انصاری، اختر، 1980ء، تعلیم، سماج اور کلچر، دہلی، ترقی اردو بیورو، ص10۔

(9) اسٹریر، ڈیوڈ ایل، 2015ء، Driven to Distraction، امریکہ، یوٹاہ یونیورسٹی، ص1343۔

(10) گنزبرگ، مورس، 2018ء، The Psychology of Society، لندن، FB&C لمیٹڈ پبلشرز، ص76۔

(11) کیلوینو، اٹالو، 1986ء، The Uses of Literature، کیلیفورنیا، ہارکورٹ پبلشرز، ص127۔

(12) آرویل، جارج، 1998ء، Why I Write، مشمولہ: The Complete Works of George Orwell، جلد18، لندن، سیکر اور واربرگ، ص319۔

(13) حسین، اعجاز، 2012ء، ادب اور سیاست، مشمولہ: ادب، زندگی اور سیاست، مرتبہ: خاور، محمد نوازش، فیصل آباد، مثال پبلی کیشنز، ص331۔

(14) ملفورڈ، کارلا، 2015ء، Benjamin Franklin and the Ends of Empire، آکسفورڈ، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ص12۔

(15) مظہری، محمد وارث، 2013ء، آزادی فکر و نظر اور مسلم معاشرے کی صورت حال، مشمولہ: ماہنامہ الشریعہ، جلد:24، شمارہ:7، گوجرانوالا، الشریعہ اکادمی، ص8۔

(16) پائن، تھامس، 2002ء، The Writings of Thomas Paine، مصر، اسکندریہ لائبریری، ص655۔

(17) ملٹن، جان۔ 2006ء، Areopagitica، آکسفورڈ، کلیرینڈن پریس پبلشر، ص30۔

(18) فاروقی، احسن، 1966ء، ادب اور ہنگامے، مشمولہ: نقوش، لاہور، ادارہ فروغِ اردو، ص136۔

(19) ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین، 2003ء، محاسنِ خطوطِ غالبؔ، لاہور، بزمِ اقبالؒ، ص77۔